فکر ونظر---- اسلام آباد جلد: ۴۲ شمارہ: ۳

شبہ کی شرعی حیثیت' اس کے اسباب اور ازالہ کے طرق

محمد عثمان☆

شبہ کے لغوی معنی

شبہ التباس کو کہا جاتا ہے جب کچھ امور ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں تو ان کو امور مشتبہ کہا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بَیْنَهُمَا اِشْبَاه''۔یعنی دو چیزیں ایک دوسرے کے متشابہ ہیں۔

اور شَبَّهَ عَلَیْهِ کے معنی ہیں: مشتبہ کرنا۔

''خَلَطَ عَلَیْهِ الْاَمْرَ حَتّٰی اِشْتَبَهَ بِغَیْرِهٖ''(۱)

ترجمہ: (کسی نے) اس پر کوئی امر خلط ملط کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ دوسرے کے ساتھ مشتبہ ہو گیا۔

''اَلشُّبْهَةُ بِالضَّمِّ اَلْاِلْتِبَاسُ وَالْمِثْلُ وَشُبِّهَ عَلَیْهِ الْاَمْرُ تَشْبِیْهًا لُبِّسَ عَلَیْهِ''(۲)

ترجمہ:الشبھۃ' شین کے ضمہ کے ساتھ التباس اور مثل کے ہم معنی ہیں' جب کسی پر کوئی امر ملتبس ہو جائے تو اس کو شُبِّهَ عَلَیْهِ الْاَمْرُ تَشْبِیْهًا سے تعبیر کرتے ہیں۔

''وَشَبَّهْتُ الشَّیْئَ بِالشَّیْءِ اَقَمْتُه' مَقَامَه' بِصِفَةٍ جَامِعَةٍ بَیْنَهُمَا وَاشْتَبَهَتِ الْاُمُوْرُ اِلْتَبَسَتْ فَلَمْ تَتَمَیَّزْ وَلَمْ تَظْهَرْ''(۳)

ترجمہ: اور شبہت الشیٔ بالشیٔ کہتے ہیں۔ جب ایک چیز کو دوسری چیز کے برابر درجہ دے دیا جائے۔ کسی ایسی صفت کی وجہ سے جو دونوں میں موجود ہو اور اشتبہت الامور اس وقت کہا جاتا ہے۔ جب امور آپس میں ملتبس ہوں۔ نہ ان میں فرق کیا جا سکے اور نہ واضح ہوں۔

''اَلشُّبْهَةُ اِسْم'' مِنَ الْاِشْتِبَاهِ وَهِیَ فِیْمَا یُلْتَبَسُ حِلُّه' بِحُرْمَتِهٖ''(۴)

ترجمہ: اور الشبھۃ مصدر الاشتباہ سے اسم ہے اور شبہ وہاں ہوتا ہے جہاں کسی چیز کی حلت اور حرمت میں التباس ہو۔

شبہ کا اصطلاحی مفہوم

تعریفات جرجانیہ میں مذکور ہے-

"هُوَ مَالَمْ يَتَيَقَّنْ كَوْنُه' حَرَامًا اَوْ حَلالاً"(۵)

ترجمہ: جس کا حلال یا حرام ہونا یقینی نہ ہو-

احناف نے شبہ کی تعریف بالصراحت کی ہے-

"اَلشُّبْهَةُ مَا يُشْبِهُ الثَّابِتَ وَلَيْسَ بِثَابِتٍ"(٦)

ترجمہ:شبۂ جو کسی ثابت ہونے والی چیز سے مشابہت تو رکھتا ہو-مگر فی الواقع ثابت نہ ہو-

اصحاب مالک نے شبہ کی درج ذیل تعریف کی ہے-

"اَلشُّبْهَةُ لا يُوْصَفُ بِحِلٍّ وَلَا بِحُرْمَةٍ عَلَى الْاَصَحِّ"(۷)

ترجمہ: شبہ، جس کی حلت و حرمت صحیح طور پر بیان نہیں کی جا سکتی ہے-

شبہ کی شرعی حیثیت

شبہ سے مراد کسی شرعی امرمیں ایسا اشتباہ و التباس ہے جس کی موجودگی میں اس امر کی حلّت و حرمت یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی ہے- بلکہ وہ مشتبہ امر' قرآن و سنت کی نصوص کی روشنی میں کسی تاویل کا متقاضی ہوتا ہے-

شبہ کے اسلامی احکام پرِاثرات مرتب ہوتے ہیں- حدود شبہات کی بنا پر ساقط ہو جاتی ہیں- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے-

اِذَا اِشْتَبَهَ الْحَدُّ فَادْرَؤُه'(۸)

ترجمہ: جب حد میں شبہ واقع ہو جائے تو حد کو دور کر دو-

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے-

(اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَااسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ كَانَ لَه' مُخْرَج" فَخَلُّوْا سَبِيْلَه' فَاِنَّ الْاِمَامَ اَنْ يُخطِىَ فِىْ العَفْوِ خَيْر" مِنْ اَنْ يُخطِىَ فِىْ العَقُوْبَةِ)(۹)

بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاارشاد ہے۔

(لَئِنْ اَعْطِلَ الْحُدُوْدَ بِالشُّبْهَاتِ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اُقِیْمَهَا بِالشُّبْهَاتِ)(۱۰)

ترجمہ: شبہات کی بنا پر حدود کے نفاذ کی نسبت شبہات کی بنا پر حدود کا سقوط مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔

عبادات میں اشتباہ کی صورت میں یقینی پہلو کو اختیار کیا جاتا ہے۔ معاملات میں قرآن کو دیکھ کر کسی قابل عمل صورت کا تعین کیا جاتا ہے۔ شبہ عقائد' عبادات' معاملات' حدود' احوال الشخصیہ الغرض اسلامی احکام کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔

قرآن و احادیث میں امور مشتبہات کاذکر کیا گیا ہے۔ فقہاء نے قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ کرامؓ سے استنباط کر کے شبہات کو بیان کیا ہے۔ اشتباہ کی مختلف صورتوں کا تعین کر کے شبہ کے اثرات کو بیان کیا ہے۔ شبہ کا زیادہ تر تعلق فقہی مسائل سے ہے۔

قوت کے لحاظ سے شبہات ایک ہی درجہ کے نہیں ہیں۔ ان میں سے کچھ قوی شبہات ہیں' اور کچھ ضعیف۔ قوی شبہات جرم کے وصف کو ہی ختم کر دیتے ہیں اور وصف جرم ختم ہونے کے نتیجہ میں سزا بھی قطعی طور پر ختم ہو جاتی ہے۔ - اور ضعیف شبہات وصف جرم کو تو ختم نہیں کرتے لیکن حد کو ساقط کر دیتے ہیں۔

شبہ کے اسباب

شبہ کے دس اسباب ہیں۔

اختلاف المخبرین۔ مخبرین کا اختلاف

اس کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی کو ایک عادل شخص نے خبر دی کہ پانی نجس ہے اور دوسرے نے خبر دی کہ وہ پانی پاک ہے۔ تو اصول یہ ہے کہ جب برابر درجہ کی دو خبریں متعارض ہوں تو دونوں ساقط ہو جاتی ہیں اور اس وقت اصل پر عمل کیا جاتا ہے اور پانی میں اصل طہارت ہے۔ کیونکہ جب کسی چیز کے حکم میں شبہ ہو تو اس کو اپنی اصل کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس لئے کہ یقین شبہ کے

ہے اور دوسرے نے خبر دی کہ اس کو مسلمان نے ذبح کیا ہے۔ تو ایسی صورت میں گوشت کھانا حلال نہ ہوگا۔ کیونکہ گوشت میں اصل حرمت ہے اور ذبح شرعی سے وہ حلال ہوتا ہے۔ مگر اس کے بارے میں خبریں متعارض ہیں لہذا حلت ثابت نہ ہوئی اور وہ گوشت حرام ہی رہا جو کہ اس کی اصل ہے۔

الخبر المقتضی للاشتباہ۔ ایسی خبر جو اشتباہ کا تقاضا کرے

اسباب اشتباہ میں سے ایک سبب ایسی اطلاع بھی ہے جو مقتضی للاشتباہ ہو۔ وہ ایسی خبر ہوتی ہے جس کے ساتھ ایسے قرائن مل جاتے ہیں جو اشتباہ واقع کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے پھر اس کی طرف اس کی اصل زوجہ کے علاوہ کوئی عورت یہ کہہ کر پہنچا دی جائے کہ وہ اس کی بیوی ہے اور وہ اس خیال کے مطابق کہ وہ اس کی بیوی ہے اس سے جماع کرے پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کی منکوحہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اس کے جماع کرنے سے اس پر حد نہ آئے گی۔ اس لئے کہ خاوند نے اشتباہ کے موقع ومحل میں ایک دلیل شرعی پر اعتماد کیا ہے اور وہ دلیل شرعی، اطلاع اور اخبار ہے۔ یعنی کسی کو اطلاع دی گئی تو یہ اطلاع اس کے حق میں شرعی دلیل ہے اور وہ اس اطلاع پر عمل کر سکتا ہے۔ لہذا خاوند کو اطلاع دی گئی تھی وہ اس کی زوجہ ہے جبکہ فی الحقیقت ایسا نہ تھا۔ چونکہ خاوند کو اطلاع اسی طرح دی گئی تھی لہذا اس پر اعتماد کر کے اس کا وطی کرنا جائز تھا اس لئے حقیقت ظاہر ہونے پر اس پر حد نہ آئے گی۔ (۱۲)

تعارض الادلّۃ ظاھراً۔ دلائل کا متعارض ہونا

اسباب اشتباہ میں سے ایک سبب یہ ہے کہ ظاہری طور پر دلائل ایک دوسرے سے متعارض ہوں۔ ظاہری طور پر اس لئے کہا ہے کہ ادلّہ شرعیہ میں فی الواقع کوئی تعارض نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ تمام دلائل شرعیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات میں تعارض نہیں ہو سکتا اور جو تعارض ہمیں بظاہر نظر آتا ہے وہ اس لئے نظر آتا ہے کہ ہمیں ان دلائل کے ظروف اور ان کی تطبیق کی شرائط کا علم نہیں ہوتا۔ یا یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یقینی طور پر ان دلائل سے کیا مراد ہے اور یا ہم ان دلائل کے زمانہ ورود سے ناواقف ہوتے ہیں اور اسی طرح کی اور باتیں جن سے تعارض ختم ہو سکتا ہے ہم ان سے ناواقف ہوتے ہیں۔ اس لئے ہم ان دلائل کو متعارض سمجھتے ہیں جبکہ فی الحقیقۃ دلائل شرعیہ میں تعارض نہیں ہو سکتا۔

متعارض ہیں۔ اور ادلّہ شرعیہ کا متعارض ہونا اشتباہ پیدا کرتا ہے لہذا اس اشتباہ کے پیش نظر باپ پر حد سرقہ جاری نہیں کی جائے گی۔

یہاں دلائل کا بظاہر تعارض یوں ہے کہ چوری کی سزا والی نصوص اپنے عموم کی وجہ سے اس مذکورہ بالا صورت میں بھی شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا.[13]

ترجمہ: اور چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دو۔

جبکہ ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کا مال اس کے باپ کے لئے حلال ہے۔ آنحضرتؐ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنْتَ وَ مَالُکَ لِاَبِیْکَ.[14]

ترجمہ: کہ تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔

اس جیسی متعارض دلیلیں حکم میں اشتباہ پیدا کرتی ہیں جہاں اشتباہ ہو یعنی حلت یا حرمت یقینی نہ ہو بلکہ متعارض دلائل کی وجہ سے حلت کا اشتباہ لگ سکتا ہو اس اشتباہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ جس مال کو شریعت نے اس کا مال قرار دیا ہو اور اس کے لینے اور کھانے کا حکم دیا ہو تو آدمی کا اس مال میں سے لے لینا تو سب سے بڑا شبہ ہے۔ یعنی اس صورت میں تو حلت کا بہت شبہ ہو سکتا ہے۔ ابو ثور[15] نے کہا ہے کہ باپ پر حد قائم کی جائے گی۔

اختلاف الفقہاء. فقہاء کا اختلاف

اشتباہ کا چوتھا سبب فقہاء کا اختلاف ہے۔ فقہاء نے کہا کہ مختلف فیہ نکاح میں وطی کرنے سے حد واجب نہ ہو گی۔ جیسے ولی کے بغیر نکاح کرنا، احناف اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور اسی وجہ سے اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ حد ساقط ہو جائے گی۔ اس لئے کہ وطی کی اباحت اور جواز میں اختلاف، اس میں شبہ پیدا کرتا ہے یعنی حلت وطی کا شبہ ہو سکتا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ:

[illegible][16]

الاختلاط. اختلاط

اشتباہ کا پانچواں سبب اختلاط ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حلال حرام سے مل جائے اور ان میں امتیاز کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں بھی اشتباہ پیدا ہو سکتا ہے۔ جیسے ایسے برتن جن میں پاک پانی ہو ان برتنوں میں مل جائیں جن میں ناپاک پانی ہو اور معاملہ مشتبہ ہو جائے۔ ان دونوں قسموں کے برتنوں میں تمیز نہ کی جا سکے تو اس اشتباہ کی وجہ سے پانی کا استعمال ساقط ہو جائے گا اور حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں تیمّم لازم ہو گا اور مالکیہ کا بھی یہی قول ہے۔ اس لئے کہ ان دو قسم برتنوں والے پانی میں سے ایک یقیناً نجس ہے اور دوسرا یقیناً طاہر ہے۔ لیکن وہ اس کے استعمال سے عاجز ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ طاہر کونسا ہے اس لئے بدل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور بدل تیمّم ہے۔

اور اختلاط کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ جب پاک کپڑے نجس کپڑوں سے مل جائیں اور ان میں امتیاز کرنا متعذر ہو اور اس کے پاس ایسا کپڑا نہ ہو جس کی طہارت یقینی ہو اور نہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے ان ملے جلے کپڑوں کو پاک کر سکے اور اس سے نماز پڑھنی ہو تو احناف اور مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ ان کپڑوں میں تحری کرے اور جو کپڑا اس کے غالب گمان میں پاک ہو اس میں نماز پڑھے۔

حنابلہ کے نزدیک تحری یعنی غور و فکر کر کے غالب رائے پر عمل نہ کرے بلکہ جتنے کپڑے نجس ہیں ان کی تعداد کے مطابق کپڑوں میں نماز پڑھ لے اور ایک کپڑے پر مزید نماز پڑھ لے۔ یعنی اگر پانچ کپڑے نجس تھے تو چھ کپڑوں میں نماز پڑھ لے۔ ابو ثور نے کہا ہے کہ کپڑے میں بھی نماز ادا نہ کرے جیسے کہ نجس اور پاک برتن ملے جلے ہوں تو ان میں سے کسی سے بھی وضو نہ کیا جائے گا۔ (١٧)

اور جو تحری کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ تحری اس وقت کرے گا جب اسے ان ملے جلے کپڑوں کے علاوہ کوئی اور طاہر کپڑا نہ ملے اور ایسی کوئی چیز بھی نہ ملے جس سے ان مشتبہ کپڑوں کو پاک کیا جا سکتا ہو اور جب اس نے تحری کی لیکن وہ کسی کپڑے کو دوسرے پر ترجیح نہ دے سکا تو ان میں سے کسی بھی کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے اور قائلین تحری یہاں یہ کہتے ہیں کہ ستر کے لئے کپڑے کا

الشک. شک

اشتباہ کا چھٹا سبب شک ہے۔ شک اپنے عمومی معنیٰ کے ساتھ ظن اور وہم کو بھی شامل کرتا ہے۔ شک کی صورتوں میں سے ایک صورت فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ جس کو وضو کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو اس پر وضو لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا۔[۱۹]

امام مالک کے علاوہ باقی تمام مذاہب کے فقہاء[۲۰] کا یہی مسلک ہے۔ امام مالک کہتے ہیں کہ جس کو وضو کا یقین ہو اور حدث میں شک ہو تو وہ وضو از سر نو کرے۔

جیسا کہ تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ جس کو حدث کا یقین ہو اور وضو کا شک ہو تو اس شک کا اعتبار نہ ہو گا اور اس پر وضو کرنا لازم ہو گا اس لئے کہ حدث یقینی ہے۔ اور شک سے مراد یہاں محض تردد ہے اور دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے کہ دونوں پہلوؤں میں برابر کا تردّد ہو یا ایک جانب راجح ہو۔ اس لئے اس میں کوئی فرق نہیں کہ اس کا غالب گمان کس طرف ہو یا دونوں پہلو برابر ہوں کیونکہ غلبہ ظن جب تک کسی شرعی ضابطہ سے مضبوط نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اور اس لئے بھی کہ جب اسے شک ہو گیا تو اس کے نزدیک تو دونوں پہلوؤں میں تعارض ہو گیا اور اصول ہے کہ جب تعارض آ جائے تو دونوں متعارض چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں اور یقین کو اختیار کیا جاتا ہے ۔ لہذا جب وضو کے ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں شک ہو گیا تو یہ دونوں پہلو ساقط ہو گئے اور یقین کا اختیار کیاجائے گا اور وہ حدث ہے۔[۲۱]

اور شک کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو اگر غروب شمس میں شک ہو تو اسے ایسی حالت میں روزہ افطار کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ دن باقی ہے اور اگر اس نے باوجود شک کے افطار کر لیا اور بعد میں یہ معلوم نہ ہو سکا کہ سورج غروب ہوا تھا یا نہیں تو سب کا اتفاق ہے کہ اس پر قضاء لازم ہے۔[۲۲]

اگر صائم کو طلوع فجر میں شک ہو تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ کھانا چھوڑ دے کیونکہ یہ احتمال ہے کہ فجر طلوع ہو چکی ہو۔ اب کھانا روزے کو توڑنا ہو گا لہذا اس سے احتراز کیا جائے گا۔

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ:

اور پیغمبر علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ:

دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ.(۲۴)

ترجمہ: مشتبہ معاملہ کو ترک کرو اور یقینی صورت کو اختیار کرو۔

لیکن اگر اس نے شک کے باوجود کھا پی لیا تو اس پر قضا واجب نہ ہو گی اس لئے کہ روزہ کا فساد مشکوک ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ رات باقی تھی اس لئے شک کی وجہ سے دن ثابت نہ ہوگا۔ فقہاء حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا یہی مسلک ہے۔(۲۵)

مالکیہ کہتے ہیں کہ جس کو شک تھا کہ فجر ہو گئی ہے اس شک کے باوجود اس نے کھا لیا تو اس کے لئے حرام ہے اور اس پر قضا لازم ہو گی اگرچہ اصل یہی ہے کہ رات باقی ہے اور یہ فرض روزے کے بارے حکم ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نفل روزے کے بارے میں بھی یہی حکم ہے جیسا کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ ایسا کرنا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے اور قضا لازم ہو گی۔ اور جس کو یقین تھا کہ رات باقی ہے یا اسے یقین تھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے اس نے کھا پی لیا پھر بعد میں اسے رات باقی ہونے یا سورج کے غروب ہونے میں شک ہو گیا تو اس پر قضا لازم ہو گی لیکن حرمت نہ ہو گی یعنی اس پر حرام کے ارتکاب کا گناہ نہ ہو گا۔(۲۶)

الجھل. لاعلمی

اشتباہ کا ساتواں سبب الجہل ہے۔ دارالحرب میں مسلمان قید ہو جب وہ دخول رمضان کو نہ جانتا ہو اور وہ اس کے روزے رکھنا چاہتا ہو۔ اس نے تحری سے ایک ماہ روزے رمضان کے سمجھ کر رکھ لئے تھے تو اس کے لئے یہ روزے، رمضان کے روزوں کی کفایت نہ کریں گے۔ کیونکہ اس نے وجوب سے پہلے واجب کو ادا کر لیا ہے۔ اس لئے کہ ابھی وجوب کا سبب ہی نہیں پایا گیا تھا اور وہ مشاہدۃ الشہر ہے یعنی ماہ رمضان کا آنا۔

النسیان. بھول جانا

اشتباہ پیش آنے کا آٹھواں سبب نسیان ہے۔ نسیان کی ایک صورت یہ ہے کہ جب عورت اپنے حیض کی عادت کو بھول جائے اور طہر کے بارے اشتباہ پیش آ جائے اور اسے حیض کے بارے ایام

میں ہے تو اسے طاہرہ کا حکم دیا جائے گا اور اگر وہ تحری سے اس نتیجہ پر پہنچے کہ زمانہ حیض میں ہے تو اسے حائضہ سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ غالب گمان بھی دلیل شرعی ہے۔

اور اگر وہ متردده ہو اور اس کے گمان پر کوئی چیز غالب نہ ہو تو وہ متحیرہ ہے اور اسے مضلة بھی کہا جاتا ہے۔ ایسی عورت کے لئے حیض اور طہر میں تعین کے ساتھ کوئی حکم نہ دیا جائے گا۔ بلکہ احکام کے بارے احوط (یعنی زیادہ محتاط پہلو) کو اختیار کیا جائے گا۔ کیونکہ ہر زمانہ جو اس پر گزرے گا اس میں احتمال ہے کہ وہ حیض کا ہو اور یہ احتمال ہے کہ وہ زمانہ طہر اور انقطاع ہو اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اسے دائماً حائضہ قرار دیا جائے کیونکہ یہ تو اجماعاً باطل ہے۔ اور نہ اسے دائماً طاہرہ قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ خون موجود ہے اور نہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ اسے کچھ دنوں کے لئے طاہرہ اور کچھ دنوں کے لئے حائضہ قرار دیا جائے اس لئے یہ بلا دلیل فیصلہ ہو گا۔ اس لئے مجبوری کی وجہ سے احکام کے حق میں احوط پہلو کو اختیار کیا جائے گا۔[۲۷]

وجود دلیل غیر قوی علی خلاف الاصل. اصل کے خلاف غیر قوی دلیل

اشتباہ پیدا ہونے کے اسباب میں سے نواں سبب یہ ہے کہ اصل کے خلاف کوئی غیر قوی دلیل موجود ہو۔ یعنی غیر قوی دلیل کی وجہ سے اشتباہ پیدا ہونے کی ایک صورت حنفیہ نے بیان کی ہے کہ عام جس میں تخصیص نہ کی گئی ہو اس کی دلالت قطعی ہو گی اور اس کی دلالت ان تمام افراد پر ہو گی جس پر اس کا معنیٰ صادق آئے گا۔ لیکن جب عام میں تخصیص کر لی جائے گی تو اس کی دلالت ظنی ہو گی۔ جبکہ جمہور اصولیین کے نزدیک عام کی دلالت تمام احوال میں ظنی ہو گی۔ کیونکہ اصل یہ ہے کہ ہر عام میں تخصیص ہوتی ہے اور عام کا تخصیص سے خالی نہ ہونا ایک قوی شبہ پیدا کرتا ہے کہ عام کی دلالت قطعی نہیں اور وہ تمام افراد کو شامل نہیں اور اس میں استغراق نہیں اور اس اختلاف کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حنفیہ قرآن مجید کے عام اور سنتِ متواترہ میں آنے والے عام لفظ میں ابتداء دلیل ظنی سے تخصیص نہیں کرتے جبکہ جمہور اس کے قائل ہیں۔

اسی وجہ سے حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر مسلمان نے جانور ذبح کیا اور جان بوجھ کر اس پر اللہ کا نام نہ لیا تو اس جانور کا کھانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عام ہے کہ:

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ.[۲۸]

نہیں کرتے۔

حدیث یہ ہے:

ذَبِیْحَۃُ الْمُسْلِمِ حَلَال" ذُکِرَ اسْمُ اللّٰہِ اَوْلَمْ یُذْکَرْہ"(۲۹)

ترجمہ: مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے اس پر اللہ کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو۔

اس لئے کہ یہ خبر واحد ہے اور خبر واحد ظنی دلیل ہوتی ہے یعنی خبر واحد مفید للظن ہوتی ہے۔ مفید للیقین نہیں ہوتی۔ مالکیہ اور حنابلہ بھی احناف کے ساتھ اس صورت میں متفق ہیں جب مسلمان نے عمداً تسمیہ کو چھوڑ دیا ہو۔ لیکن حضرات شوافع ذبیحہ مسلم کو ہر حال میں کھانا جائز سمجھتے ہیں۔ کیونکہ عام کی دلالت ان کے نزدیک ظنی ہوتی ہے لہذا اس میں ظنی دلیل سے تخصیص کی جا سکتی ہے۔ البتہ شوافع جان بوجھ کر ترک تسمیہ کو مکروہ کہتے ہیں۔(۳۰)

الابہام مع عدم امکان البیان. ابہام جس کی وضاحت کا امکان نہ ہو

اشتباہ پیش آنے کے اسباب میں سے دسواں سبب ایسا ابہام ہے جس کی وضاحت کا بھی امکان نہ ہو۔ جیسے کسی آدمی نے اپنی دو بیویوں میں سے کسی ایک کو بغیر تعیین کے طلاق دی پھر وضاحت کرنے سے پہلے مر گیا۔ اس وجہ سے اشتباہ پیدا ہو گا کہ طلاق کس پر واقع ہوئی ہے۔(۳۱)

شبہ کو زائل کرنے کے طریقے

اشتباہ کے زائل کرنے کے کئی طریقے ہیں۔

التحری. غور و فکر کرنا

تحری کا مطلب یہ ہے کہ سوچ بچار کر کے جس طرف غالب رائے ہو اس کے مطابق کسی چیز کو طلب کرنا جب حقیقتِ حال پر مطلع ہونا متعذر ہو۔ جب اشتباہ ہو اور کوئی دلیل موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں تحری کو حجت اور دلیل شرعی مانا جاتا ہے اور تحری کی بنیاد پر کیا ہوا کام عندالشرع درست قرار دیا جاتا ہے۔(۳۲)

مثال کے طور پر جس پر قبلہ مشتبہ ہو گیا ہو اور اسے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہ ہو تو وہ تحری کرے گا [illegible]

والسلام سے اس کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ.(۳۳)

ترجمہ: تم جس طرف منہ کرو گے اسی طرف اللہ تعالیٰ کی ذات موجود ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

"قِبْلَةُ الْمُتَحَرِّیِّ جِهَةُ قَصْدِهٖ"(۳۴)

ترجمہ: سوچ بچار کرنے والے کا قبلہ اسی طرف ہو گا جس طرف وہ سوچ بچار کر کے منہ کرے گا۔

اس لئے دلیل ظاہر پر عمل کرنا واجب ہے۔ اور بقدر طاقت واجب پر عمل ضروری ہے اور فرض یہ ہے کہ یا تو عین کعبہ سامنے ہو اور یا اجتہاد اور تحری سے جہۃ کعبہ کی رخ ہو۔

الاخذ بالقرائن. قرائن کے مطابق فیصلہ کرنا

قرینہ اس علامت کو کہتے ہیں جو اشتباہ کے وقت کسی ایک جانب کو ترجیح دیتی ہے۔ قرینہ وہ چیز ہے جس سے مرجوح کو ترجیح دی جاتی ہے اور کبھی قرینہ قطعیہ ہوتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ قرینہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اور اس کی مثال درج ذیل ہے کہ پیغمبرعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کے خلفاء نے قیافہ کے ساتھ فیصلے کئے ہیں اور قیافہ کو ایسی دلیل بنایا جس سے اشتباہ کے وقت نسب ثابت ہو سکتا ہے۔

جب دو آدمی ایک ہی شے کے مدعی ہوں اور ان میں سے ہر ایک نے مقبول گواہ پیش کئے ہوں اور وہ دونوں شخص عدالت میں بھی برابر ہوں اور قاضی پر معاملہ مشتبہ ہو جائے پس اگر وہ چیز جس کا دعویٰ وہ دونوں کر رہے تھے۔ وہ چیز ان میں سے کسی ایک کے قبضہ میں تھی۔ تو یہ قبضہ ایسا قرینہ ہے جو قابض کر ترجیح دے گا۔(۳۵)

استصحاب الحال. زمانہ ماضی کے حکم کو برقرار رکھنا

رفع اشتباہ کا ایک طریقہ استصحاب حال ہے۔ استصحاب سے مراد یہ ہے کہ ایک حکم کو جو زمانہ ماضی میں جس طرح تھا اسی حال پر برقرار رکھنا اور یہ خیال کرنا کہ حکم پہلے کی طرح موجود اور لگاتار آ

حکم بدستور اب بھی موجود ہے اور ایسا اس وقت تک سمجھنا جب تک کوئی دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو۔

پس جس شخص کو یقین تھا کہ وہ باوضو ہے پھر اس کو حدث کے طاری ہونے میں شک ہو گیا تو اس کو پہلے کی طرح طاہر اور باوضو سمجھا جائے گا جب تک اس کے خلاف یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ طہارۃ یقین سے ثابت ہے اس کو شک کے ساتھ زائل نہیں کیا جا سکتا۔(۳۶)

الاخذ بالاحتیاط. احوط پہلو کو اختیار کرنا

لغت میں احتیاط کا مطلب ہے زیادہ یقینی وجہ کو اختیار کرنا۔ اس کی مثال درج ذیل ہے کہ جب شوہر اور بیوی ایک ہی بستر میں سوئے ہوئے ہوں اور جاگ کر انہوں نے اپنے اس مشترکہ بستر پر منی کو پایا لیکن ان دونوں میں سے کسی کو یاد نہیں کہ یہ کس کی منی ہے خاوند کہے کہ زوجہ کو احتلام ہوا ہے یہ منی اس کی ہے جبکہ زوجہ کہے کہ یہ منی خاوند کی ہے اور شاید اس کو احتلام ہوا ہے تو ایسی صورت میں فقہاء نے تصریح کی ہے کہ احوط پہلو کو اختیار کیا جائے گا اور دونوں پر احتیاطاً غسل کرنا لازم ہو گا۔(۳۷)

الانتظار لمضی المدة. مدت گزرنے کا انتظار کرنا

اشتباہ دور کرنے کا ایک طریقہ مدت گزرنے کا انتظار کرنا ہے۔ اور یہ وہاں ہوتا ہے جہاں کسی چیز کی مدت مقرر ہواور معین ہو جیسے ماہِ رمضان کا آنا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ.(۳۸)

ترجمہ: جو ماہ رمضان کو پائے وہ اس کے روزے رکھے۔

اگر معاملہ مشتبہ ہو جائے اور چاند ابر آلود ہو جائے اور نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرنا لازم ہیں۔ کیونکہ حدیث ہے:

اِذَا رَأَيْتُمُ الْهِلَالَ فَصُوْمُوْا وَاِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَافْطِرُوْا– فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاَتِمُّوْا شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ اِلَّا اَنْ تَرَوْا الهِلَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ ثُمَّ صُوْمُوْا رَمَضَانَ ثَلَاثِيْنَ اِلَّا اَنْ تَرَوْا الهِلَالَ قَبْلَ ذٰلِكَ.(۳۹)

آئے- پھر رمضان کے تیس دن روزے رکھو مگر یہ کہ اس سے پہلے تمہیں چاند نظر آئے-

اجراء القرعه. قرعہ اندازی کرنا

قرافی کہتے ہیں کہ جب کوئی مصلحت پیش نظر ہو یا ایک پہلو میں حق واضح ہو تو پھر قرعہ اندازی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ ایسی صورت میں تو قرعہ اندازی کرنے سے حق معین یا مصلحتہ معینہ ضائع کرنا ہے اور جہاں حقوق اور مصالح متعینہ برابر ہوں اور مستحق کے بارے اشتباہ ہو اور تنازعہ ہو تو یہ قرعہ اندازی کا موقع ہے۔ تاکہ آپس کے کینہ کو روکا جا سکے۔ یعنی جہاں کسی ایک پہلو کے اختیار کرنے میں کوئی مصلحت بھی نہ ہو اور نہ ہی کسی کا دوسرے سے زائد حق ہو تو قرعہ اندازی کر لی جائے تاکہ بغیر قرعہ اندازی کے کسی ایک کو اختیار کرنے میں دوسرے کے دل میں کینہ نہ ابھرے۔ لیکن اگر کسی ایک پہلو اختیار کرنے میں مصلحت متعینہ ہو یعنی اس کے چھوڑنے پر مصلحت فوت ہوتی ہو یا اس کا حق دوسروں سے فائق ہو تو پھر اسی مصلحت یا حق والے پہلو کو اختیار کیا جائے گا۔ قرعہ اندازی اختیار نہ کی جائے گی۔ کیونکہ یہاں قرعہ اندازی اختیار کرنے میں مصلحتہ متعینہ یا حق کے ضائع ہونے کا امکان ہے۔[۴۰]

حوالہ جات و حواشی

۱- ابن منظور، لسان العرب، باب الهاء، فصل الشين، ص: ۵۰۴/۱۳

۲- الشيرازي، القاموس المحيط، باب الهاء، فصل الشين، ص: ۲۸۶/۴

۳- احمد بن علی، المصباح المنير، كتاب الشين، ص: ۳۰۳/۱

۴- سعيد الخوري، افرات الموارد فی فصح العربيه والشوارد، باب الشين، ص: ۵۶۹/۱

۵- جرجانی، التعريفات الجرجانية، باب الشين، ص: ۱۲۴

۶- ابن ہمام، فتح القدير ص: ۳۲/۵

ابن نجيم، البحر الرائق، ص: ۱۱/۵

الكاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۳۶/۷

محمد امين، رد المحتار علی الدر المختار، ص: ۱۶۹/۳

۷- حاشية الدسوقی علی شرح الكبير ص: ۳۰۱/۶

۱۱۔ ابن نجیم، البحرالرائق، ص: ۱۲۳/۱

۱۲۔ الزیلعی، تبیین الحقائق، ص: ۱۷۹/۳

ابن ہمام، فتح القدیر، ص۳۹/۵

۱۳۔ المائدہ: ۳۸

۱۴۔ ابن ماجہ، السنن، کتاب التجارات، باب الحث علی المکاسب، ص: ۷۲۳/۲

۱۵۔ ابو ثور: آپ کا اسم گرامی ابراہیم بن خالد ہے۔ بغداد کے رہنے والے بلند پایہ حافظ حدیث اور مایہ ناز مجتہد تھے انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ احادیث سے فروعی احکام استنباط کیے۔ تذکرہ الحفاظ ص:۳۷۳/۱

۱۶۔ ابن ہمام، فتح القدیر، ص: ۴۰/۵

۱۷۔ ابن قدامہ، المغنی، ص: ۲۳/۱

۱۸۔ الرملی، نہایۃ المحتاج، ص: ۱۶/۲

۱۹۔ الرملی، نہایۃ المحتاج، ص: ۱۱۴/۱

ابن قدامہ، المغنی، ص: ۱۹۶/۱

۲۰۔ محمد بن یوسف، التاج والاکلیل، ص: ۳۰۱/۱

ابن قدامہ، المغنی، ص: ۱۹۷/۱

الرملی، نہایۃ المحتاج الی شرح المنہاج ص: ۱۱۴/۱

۲۱۔ ابن قدامہ، المغنی، ص: ۱۹۶/۱

۲۲۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۱۰۶/۲

الرملی، نہایۃ المحتاج، ص: ۱۷۱/۳

الدسوقی، حاشیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر، ص:۱۵۵/۲

۲۳۔ البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب البیوع، ص: ۲۷۵/۱

۲۴۔ احمد بن حنبل، مسند احمد، ص: ۱۱۲/۳

۲۵۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۱۰۶/۲

الرملی، نہایۃ المحتاج، ص: ۱۹۴/۳

موسیٰ الحجاوی، الاقناع، ص: ۴۰/۱

۲۶۔ الدسوقی، حاشیۃ الدسوقی علی شرح الکبیر، ص: ۱۵۵/۲

۲۷۔ الزیلعی، تبیین الحقائق، ص: ۶۲/۱

۲۹۔ عبداللہ ابن یوسف، نصب الرایۃ لاحادیث الهدایۃ، کتاب الذبائح، ص: ۱۸۳/۴

۳۰- الکاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۴۵/۵

۳۱- نفس المرجع، ص: ۲۲۶/۳

۳۲- الفتاویٰ الهندیۃ، ص: ۳۸۲/۵

۳۳- البقرۃ، ص: ۱۱۵

۳۴- الزیلعی، تبیین الحقائق، ص: ۱۰۱/۱

۳۵- موسوعۃ الفقهیہ، ص: ۳۰۲/۲۵

۳۶- الکاسانی، بدائع الصنائع، ص: ۲۶/۱

۳۷۔ الفتاوی الهندیۃ، ص: ۱۵/۱

۳۸۔ البقرۃ، ص:۱۸۵

۳۹- النسائی، السنن، ص: ۲۳۲

۴۰- موسوعۃ الفقهیہ، ص: ۲۹۰/۱۰